حضرت امام خمینیؒ قناعت اور سادگی کا پیکر

مرغوب حیدر عابدی

حضرت امام خمینیؒ اعلیٰ اللہ مقامہ، جیسی ذات والا صفات، کی عالمانہ شخصیت پر مقالہ لکھنے کا کام اگر ایک کم علم انسان کے سپرد کردیا جائے تو وہ سوائے احساس تنگ دامانی کے اور کر بھی کیا سکتا ہے مجھے جب یہ خانہ فرہنگ ایران کے لائق کلچر کاؤنسلر کی جانب سے دعوت نامہ موصول ہوا تو اس پر خلوص تحریر کو میں نظر انداز نہ کرسکا اور بے ساختہ کلمہ تشکر زبان پر آیا۔ تعمیل حکم کی خاطر مقالہ تحریر کردیا۔ اس میں جو کوتاہیاں ہوئیں اس کے لئے ارباب علم وفضل سے پیشگی معافی کا خواستگار ہوں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس شعر کے خالق کے پیش نظر کوئی بھی شخصیت رہی ہو مگر اس وقت میری نظر میں امام خمینیؒ کی عالمانہ شخصیت اس شعر کی صحیح مصداق ہے۔ بات ۱۹۷۹ء کے اوائل کی ہے کہ ایک زندہ قوم نے ہزاروں سال کی بے نوری کے بعد ایک دیدہ ور کو پالیا تھا۔ یہ شخصیت اخبارات اور ریڈیو پر روزانہ موضوع بحث رہتی اور حلقہ دانشوران میں بھی یہ شخصیت موضوع گفتگو تھی۔ اب تاریخ عالم میں ہمیشہ زندہ رہنے والی اور کبھی نہ بھلائی جانے والی شخصیت علامہ امام خمینی مرحوم ومغفور کی ہے۔ اسکے بعد ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ پڑھتے رہنے سے ایک دلچسپی پیدا ہوگئی اور حضرت نے ہر صاحب قلب کے یہاں ایک مقام حاصل کرلیا۔

حضرت امام خمینی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۲۰/ جمادی الثانی کو جو سیدۂ عالم ومعصومہ کونین حضرت فاطمہ(س) کی تاریخ ولادت ہے، خمین نامی مقام پر ایک عالم گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت آیت اللہ سید مصطفٰے الموسوی آپ کے بچپن میں ہی اس دار فانی سے کوچ کرگئے اور آپکے بڑے حضرت آیت اللہ المرتضیٰ پسندیدہ نے آپ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری سنبھالی۔ ایسا مذہبی ماحول تھا جس میں رہ کر آپ نے زندگی کے ابتدائی منازل طے کیے۔ مذہبی جوش وخروش تو آپ کے لئے اس ماحول کی دین تھا جو ہردن بڑھتی پریشانیوں اور رکاوٹوں کے باوجود شعلہ عشق کی طرح دل میں بھڑکتا رہا۔

ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر میں حاصل کرنے کے بعد ۱۹ ربرس کی عمر میں آپ اپنے استاد عالی قدر شیخ عبدالکریم حائری یزدی کے پاس اراک تحصیل علم کے لئے تشریف لے گئے اور پھران ہی کے ساتھ جب انہوں نے قم میں حوزۂ علمیہ قم کیا تو آپ بھی منتقل اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ نے کسب علم کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور بہت جلد درجہ اجتہاد پر فائز ہوگئے۔

وہاں پر آپ نے ہزاروں شاگردوں کو درس دیا مگر اس پر کبھی غرور نہ کیا، نہایت سادگی اور محبت سے ہر ایک شاگرد سے پیش آتے۔ اپنی ذمہ داریوں سے وہ نہایت سنجیدگی ، ایمانداری اور متانت سے عہدہ برآ ہونا جانتے تھے۔ اس کے صلے میں اپنے کسی بھی شاگرد سے کوئی خدمت لینا اپنے مزاج کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس سادگی، ایمانداری، اور قناعت پسندی کی مثال آج دیکھنے کو نصیب نہیں۔ ہزاروں سال بعد جب ایرانی قوم نے شہنشاہیت سے آزادی حاصل کی اور حضرت امام خمینیؒ اس کے بجا طور پر ہیرو تسلیم کر لیے گئے تو آپ کے مزاج میں تکبر آجانا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی مگر اس کے برخلاف سادگی کی ی مثال دی جاتی ہے کہ جب کبھی کہیں مہمان ہوتے تو جب تک اہلیہ محترمہ دسترخوان پر نہ آجاتیں کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔اعلیٰ خلقی کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی محفل میں داخل ہوتے تو سلام کرنے میں سبقت فرماتے ۔یہی نہیں جب کبھی آپ کی رہبری کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے تو آپ فوراً اس کا سہرا پوری اسلامی برادری اور ایرانی قوم کے سر باندھ دیتے اور کبھی اپنی زبان سے اپنی تعریف نہ کرتے تھے۔منکسر المزاجی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ایک واقعہ جس سے سادگی ٹپکتی ہے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی میز پر جو پانی سے بھرا ہوا گلاس رکھا جاتا تھا اس پانی کو پورا استعمال کرتے تھے اسے بے کار ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔

صبر وقناعت کی مثالیں بہت ہیں۔مگر مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے وہ دور جب آپ رضا شاہ پہلوی کی طرف سے جلا وطن کردیے گئے تو اس وقت بڑی حد تک ماحول کو سازگار کرکے اپنے حق میں بنایا جاسکتا تھا، مگر نہیں آپ نے بڑے صبر واستقلال اور اپنے وقف پر مثالی ثبات قدم کے ساتھ جلا وطنی گوارہ کی اور کبھی ترکی اور کبھی عراق اور کبھی پیرس میں زندگی گزارتے رہے۔ جرم بس یہ تھا کہ امام خمینیؒ اور ان کے احباب نے تمام زندگی درس اخلاق اور شہنشاہیت کے برخلاف مذہبی بیداری کی تبلیغ کے لیے وقف کردی تھی۔

جب رضاخاں پہلوی کے زمانے تک آتے آتے ہزاروں سال کی شہنشاہیت نے اپنے کمال کو

پہنچ کر دم توڑ دیا اور ایرانی قوم میں مذہبی بیداری پیدا ہوگئی اور تمام معاشرے کو امریکہ میں تبدیل ہونے کے خلاف ایک چنگاری نے جوالامکھی کا روپ دھار لیا اور حضرت امام خمینیؒ کا ایک طویل وقفہ کے بعد ایران میں داخلہ ہوا تو وہ فروری ۱۹۷۹ء کی ایک صبح تھی، ہر طرف امام خمینیؒ زندہ باد کے نعرے بلند ہورہے تھے اور آپ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتے ہوئے شکر خدا میں محو تھے۔ اس عظیم الشان کامیابی کے بعد کی زندگی کا بھی جائزہ لیا جائے تو وہ بھی ایک نہایت سادہ اور قناعت پسند انسان کی زندگی نظر آتی ہے۔

شیخ علی اکبر آشتیانی کے جملوں میں:

''تہران میں وہ جس مکان میں رہتے تھے وہ حجت الاسلام جمارانی، ان کے دو بھائیوں نیز ان کے داماد کی ملکیت ہے۔آقائے جمارانی نے امام کی رہائش کے لئے یہ مکان از خود پیش کیا۔لیکن حضرت امام شرعی مسائل کا خاص خیال رکھتے تھے، لہٰذا انہوں نے ایک بار مذکورہ تمام مالکان کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ کیا آپ اس بات کے لئے راضی ہیں کہ میں اس مکان میں قیام کروں۔ ان لوگوں نے اپنی رضا ظاہر کردی لیکن امام نے اس بات پر اکتفا نہ کی اور عورتوں سے بھی دریافت کیا تو ان لوگوں نے بھی یہ اعلان کیا کہ اس مکان میں امام کی آمد ہماری عزت افزائی کا باعث ہے۔''

کہاں تک بیان کیا جائے۔ اگر امام کے خطبوں اور ارشادات عالیہ کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے امام کی انکساری، شرافت قلبی، اعلیٰ ظرفی اور سادگی وقناعت پسندی پر مشتمل سینکڑوں واقعات ملتے ہیں جو آپ کے کردار کی خوبیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ حضرت امام کی سادہ نصیحتوں اور راست تقاریر وپیغامات کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ان کے انتقال کے برسوں بعد بھی ان کے پیغامات کی گونج اسی طرح سنائی دے رہی ہے۔

آپ کے خطبوں سے جہاں شجاعت اور جواں مردی کا درس ملتا ہے وہیں خدائے وحدہٗ لاشریک کے لئے اظہار تشکر اور احساس قناعت کا درس بھی ملتا ہے۔ آپ کا پیغام امت مسلمہ کو ایک سچے راستے پر گامزن رہنے کی تلقین کرنا اور لاشرقیہ لاغربیہ اور وحدانیت کا درس واجب تھا۔ یہ تھا آپ کا راستہ جس پر آپ نے خود عمل کر کے دکھایا اور پوری ایرانی قوم کو اس کا درس دیا کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں اور ہر گز ہرگز عرب کو عجم اور عجم کو عرب پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ آپ اپنے خطبہ

میں اتحاد المسلمین کی دعوت دیتے ہیں۔ آج ہمارے لئے یہ نصیحتیں کتنی اہم اور معنی ہیں جب کہ ہم آج ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں ہمیں نہ صرف اتحاد بین المسلمین کی ضرورت ہے بلکہ انسان دوستی اور بھائی چارے کے اصولوں کی از حد ضرورت ہے۔ جو امام خمینیؒ کی زندگی کی اساس ہے۔

حضرت امام خمینیؒ نے جب ۳/ جون ۱۹۸۹ء کو دنیائے فانی کو خیر آباد کہا تو گویا انسانیت غم میں ڈوب گئی اور ماحول پر پژمردگی چھاگئی۔ دنیا بھر سے غم زدہ انسانوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی اور دنیا نے دیکھا کہ شرافت، سادگی اور قناعت پسندی کے ساتھ زندگی بسر کرنے والا ایک انسان اتنا عظیم بھی ہوسکتا ہے۔ آج جب کہ شیطان نے ہر طرف سے پھر سر اٹھایا ہے اور فضائے عالم کو مکدر کرنے کی مذموم کوشش ہورہی ہے۔ پھر سے خمینی کے عزم و ارادوں کی ضرورت ہے تاکہ باطل سے لوہا لیا جاسکے اور سچائی کو فتح حاصل ہوسکے۔

جریدہ ''الاسلام'' کا جولائی تا ستمبر ۲۰۰۲ء کا شمارہ امام کی زندگی پر یوں رقم طراز ہے:

''حضرت امام خمینیؒ محض ایک مرد زاہد، عارف فلسفی، مجتہد، مفسر، شاعر اور ادیب نہ تھے بلکہ وہ ایک عظیم سیاسی اور سماجی شخصیت کے حامل تھے اور انہوں نے اپنی شخصیت کے ہر شعبے کو اجاگر کرنے والی یادگار تالیفات چھوڑی ہیں جنہیں اہم علمی اور ثقافتی میراث کا درجہ حاصل ہے۔''

اگر امام کی وصیت کا ذکر کردوں تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ آپ نہ صرف ایرانی قوم کی فلاح چاہتے تھے بلکہ آپ فرزندان اسلام کے حق میں دعائیں کی ہیں اور نہایت سادگی سے دنیا کے تمام مظلوموں کے لئے راستہ ہموار کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں آپ کی وصیت کے مقدمہ کے آخری جملے جہاں فرماتے ہیں:

''میری یہ الٰہی وسیاسی وصیت صرف ایران کی عظیم الشان قوم ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ وصیت تمام اسلامی قوموں اور دنیا کے مظلوموں کے لئے ہے چاہے وہ جس مذہب وملت سے بھی تعلق رکھتے ہوں۔''

خداوند عزوجل سے عاجزانہ دعا کرتا ہوں کہ ایک لحظہ کے لئے بھی ہمیں اور ہماری قوم کو اپنے حال پر (تنہا) نہ چھوڑے اور فرزندان اسلام نیز مجاہدین عزیز کو ایک لحظہ کے لئے بھی اپنی غیبی عنایتوں سے محروم نہ فرمائے۔